باب 5

مشاہیر

عبدالستار ایدھی:(یکم جنوری 1928ء - 8 جولائی 2016ء)

(عبدالستار ایدھی)

عبد الستار ایدھی خدمتِ خلق کے شعبہ میں پاکستان اور دنیا کی جانی پہچانی شخصیت ہیں، وہ ایدھی فاؤنڈیشن کے تاحیات صدر رہے۔ ایدھی فاؤنڈیشن کی شاخیں تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کے بعد اِن کی بیوی بلقیس ایدھی فاؤنڈیشن کی سربراہ تھیں۔ دونوں کو 1986ء میں عوامی خدمات کے شعبہ میں رومن میگسیسی ایوارڈ (Ramon Magsaysay Award) سے نوازا گیا۔

حالاتِ زندگی:

عبد الستار ایدھی یکم جنوری 1928ء کو بھارت کی ریاست گجرات کے شہر جونا گڑھ کے گاؤں بانٹوا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کپڑے کے تاجر تھے جو متوسط طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ پیدائشی لیڈر تھے اور شروع سے ہی اپنے دوستوں کے چھوٹے چھوٹے کام اور کھیل تماشے کرنے پر حوصلہ افزائی کرتے تھے۔

یہ ایک متوسط گھرانہ تھا جہاں دولت کی ریل پیل تو نہ تھی، لیکن گزر اوقات اچھی طرح ہو رہی تھی۔ وہ بچہ عام بچوں کی طرح پرورش پا رہا تھا۔ اسے دیکھ کر کوئی بھی پیش گوئی نہ کر سکتا تھا کہ بڑا ہو کر یہ بچہ عالمگیر شہرت حاصل کرے گا۔ البتہ اس کی تربیت میں ایک بات معمول سے ہٹ کر ہوئی۔ وہ بچہ جب صبح سکول جاتا تو ماں روزانہ اسے دو پیسے دیتی، ایک اپنے لیے اور دوسرا کسی غریب بچے کے لیے وہ سادہ سی دیہاتی عورت تھی جو بچوں کی نشوونما اور تربیت کے نفسیاتی گُر تو نہیں جانتی تھی، لیکن اس کے دردمند جذبے نے بچے کے دل میں خدمتِ خلق کا جو بیج بو دیا، وہ ایک تن آور درخت بن گیا۔ جس کی ٹھنڈی چھاؤں میں زمانے کی کڑی دھوپ کے ستائے لوگ سکھ کا سانس لیتے تھے۔ دُنیا کی اس طلسمی شخصیت (Legend) کا نام عبدالستار ایدھی تھا۔ اگرچہ تعلیم کے میدان میں زیادہ آگے نہ بڑھ سکے۔ مگر انسانیات میں بہت آگے تھے۔ اگرچہ عبدالستار ایدھی کی عمر 11 سال کی تھی کہ ماں کو فالج ہو گیا اور وہ ذہنی طور پر معذور ہو گئیں۔ ماں نے بچے کو خدمتِ خلق کا جو درس

دیا تھا وہ اسے بھولا نہیں تھا۔ وہ دن رات ماں کی خدمت میں لگا رہتا۔ منہ ہاتھ دُھلانا، کھانا کھلانا، صفائی پر توجہ دینا وغیرہ۔ بیماری نے طول پکڑا تو بچے کے ذہن میں خدمت کا جذبہ اور توانا ہو گیا۔ ایدھی نے ماں کی اذیت بھری زندگی کو جتنا قریب سے دیکھا۔ دکھی انسانیت کی خدمت کے لیے تڑپ اتنی ہی شدت اختیار کرتی گئی اور پھر انھوں نے بے سہارا لوگوں کی خدمت کے لیے زندگی وقف کر دی۔ عبدالستار ایدھی کی عمر 19 سال تھی جب ان کی والدہ وفات پا گئیں۔ 1947ء میں تقسیم ہند کے بعد ان کا خاندان بھارت سے ہجرت کر کے پاکستان آیا اور کراچی میں آباد ہوئے۔

ایدھی کی بیگم بلقیس ایدھی ایک فری میٹرنٹی ہوم چلاتی تھیں اور بے سہارا بچے اپناتی تھیں۔ ایدھی کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ انھوں نے اپنے گھر کے اخراجات کے لیے الگ سے بندوبست کیا ہوا تھا اور وہ فاؤنڈیشن کا کوئی پیسہ اپنی ذات پر خرچ نہیں کرتے تھے اور نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ عام طور پر ملیشیا کے کپڑوں میں ملبوس ہوتے تھے۔ صبح سویرے چار پانچ بجے اُٹھتے تھے۔ اپنی صبح کا آغاز تلاوتِ قرآن مجید سے کرتے تھے اور وہ زندہ رہنے کے لیے کم سے کم خوراک کھاتے تھے۔

ایدھی فاؤنڈیشن کی ابتدا:

1951ء میں ایدھی نے اپنی جمع پونجی سے ایک چھوٹی سی دکان خریدی اور اسی دکان میں آپ نے ایک ڈاکٹر کی مدد سے چھوٹی سی ڈسپنسری کھولی جس نے ان کو طبی امداد کی بنیادی باتیں سکھائیں۔ اس کے علاوہ آپ نے یہاں اپنے دوستوں کو تدریس کی طرف بھی راغب کیا۔ آپ نے سادہ طرزِ زندگی اپنایا۔ آپ ڈسپنسری کے سامنے بنچ پر ہی سو جاتے تھے تاکہ کوئی مریض مایوس نہ لوٹے اور بوقت ضرورت فوری طور پر اُس کی مدد کو پہنچ سکیں۔ کچھ عرصے بعد انھوں نے "مدینہ ٹرسٹ" کے نام سے الگ ٹرسٹ بنالیا جو بعد میں "عبدالستار ایدھی ٹرسٹ" بن گیا۔ ان کے رفاہی کاموں کی وجہ سے لوگوں کا اعتماد بڑھتا گیا اور کام پھیلتا گیا۔

1957ء میں کراچی میں بہت بڑے پیمانے پر فلو کی وبا پھیلی جس پر ایدھی نے فوری طور پر ردِعمل دیا۔ انھوں نے شہر کے نواح میں خیمے لگوائے اور مفت مدافعتی ادویات فراہم کیں۔ مخیر حضرات نے ان کی دل کھول کر مدد کی۔ امدادی رقم سے انھوں نے وہ پوری عمارت خرید لی جہاں ڈسپنسری تھی اور وہاں زچگی سنٹر اور نرسوں کی تربیت کے لیے سکول کھول لیا اور یہی ایدھی فاؤنڈیشن کا آغاز تھا۔

ایدھی فاؤنڈیشن کی ترقی:

آنے والوں سالوں میں ایدھی فاؤنڈیشن کی شاخیں پورے پاکستان میں پھیل گئیں۔ فلو کی وبا کے بعد ایک کاروباری شخصیت نے ایدھی کو کافی بڑی رقم کی امداد دی جس سے انھوں نے ایک ایمبولینس خریدی جس کو وہ خود چلاتے تھے۔ کراچی اور اندرون سندھ میں امداد کے لیے وہ خود جاتے تھے اور ایدھی فاؤنڈیشن ہمیشہ حادثات پر فوری ردّعمل کرتا تھا۔ ہسپتال اور ایمبولینس خدمات کے علاوہ ایدھی فاؤنڈیشن نے کلینک، زچگی گھر، پاگل خانے، معذوروں کے لیے گھر، بلڈ بنک، یتیم خانے، لاوارث بچوں کو گود لینے کے مراکز، پناہ گاہیں اور سکول کھولے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ فاونڈیشن نرسنگ اور گھرداری کے کورس بھی کرواتی ہے۔ ایدھی مراکز کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہر ایدھی مرکز کے باہر بچہ جھولے کا اہتمام ہوتا ہے تاکہ جو لوگ بچے کی دیکھ بھال غربت کی وجہ سے نہیں کر سکتے وہ اُنھیں اپنے بچے کو یہاں چھوڑ کر جا سکیں۔ ان بچوں کو ایدھی فاونڈشن اپنے یتیم خانوں میں پناہ دیتے ہیں اور ان کو مفت تعلیم دی جاتی ہے اور ان کو یہاں نارمل بچوں کی طرح زندگی کی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں اور اپنے بچوں کی طرح پالا جاتا ہے۔

اب ایدھی فاؤنڈیشن پاکستان کا سب سے بڑا رفاہی ادارہ ہے۔ اس کی 256 شاخیں خدمت کے لیے چوبیس گھنٹے کھلی رہتی ہیں۔ ان کے پاس 700 سے زائد ایمبولینس ہیں۔ ایئر ایمبولینس میں دو طیارے اور ایک ہیلی کاپٹر بھی میسر ہیں۔ کراچی میں ایمبولینس کنٹرول روم ہے، جسے موبائل وائرلیس نظام سے جوڑ دیا گیا ہے۔ اطلاعات کا پورا نظام کام کر رہا ہے۔ ملک بھر میں کہیں بھی حادثہ ہو، انھیں فوری اطلاع ملتی ہے۔ پولیس اور دیگر سرکاری ادارے بھی ان سے معلومات اور مدد لیتے ہیں۔ ایدھی کے مختلف رفاہی مراکز میں دو ہزار ملازم کام کرتے ہیں جن میں 500 خواتین بھی شامل ہیں۔ تقریباً چھ ہزار مرد اور خواتین بلا معاوضہ رضا کارانہ خدمات سرانجام دیتے ہیں۔

ایدھی فاونڈیشن کی خدمات کا دائرہ دیگر ممالک تک وسیع ہو چکا ہے۔ دنیا بھر میں کہیں زلزلہ، طوفان، قدرتی آفات یا جنگ سے تباہی پھیلے، ایدھی فوراً ضروری امدادی سامان لے کر پہنچتے تھے۔ انھوں نے افغانستان، لبنان، بنگلہ دیش، ایتھوپیا، آرمینیا، ایران، کویت، عراق، رومانیہ، جاپان اور ترکی میں سماجی خدمات سرانجام دیں۔ ایدھی انٹرنیشنل کے تحت کئی ایک منصوبے زیرِ تکمیل ہیں۔ چھ ارب ڈالر کے خرچ سے دوبئی میں ایدھی سنٹر قائم کیا گیا، جس سے افریقی ممالک میں خدمات سرانجام دینا آسان ہو جائے گا۔

ایدھی فاونڈیشن مختلف اقسام کی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ ایدھی کا خدمتِ خلق کے میدان میں تجربہ بہت وسیع تھا۔ وہ ایسی خدمات سرانجام دے رہے تھے، جن کے بارے میں عام آدمی کچھ بھی نہیں جانتا۔ اسی طرح ان کے مستقبل کے منصوبے دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ انسانوں کے دُکھوں کی فہرست کتنی طویل اور ایدھی کی سوچ کا دائرہ کتنا وسیع ہے۔ یتیم اور بے سہارا، گھروں سے بھاگے ہوئے اور ذہنی معذور بچوں کے لیے انھوں نے ''اپنا گھر'' کے نام سے ادارے قائم کیے تھے۔ انھیں فرصت میسر آتی تھی تو وہاں جا کر بچوں سے پیار کرتے تھے۔ بچے بھی انھیں دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ وہ سب انھیں ''نانا جی'' کہتے تھے۔ کینسر ریسرچ ہسپتال اور انٹرنیشنل کمیونٹی سنٹر بھی قائم کیے تھے۔ انھوں نے بیمار، زخمی اور لنگڑے جانوروں کے لیے مراکز بھی قائم کیے تھے۔

ایدھی انٹرنیشنل ایمبولینس فاونڈیشن:

فاونڈیشن نے صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی ترقی کی ہے۔ اسلامی دنیا میں ایدھی فاؤنڈیشن ہر مصیبت اور مشکل وقت میں اہم مدد فراہم کرتی ہے۔ جہاں امداد اور نگرانی ایدھی بذاتِ خود اُن متاثرہ ممالک میں جا کر کرتے تھے۔ پاکستان کے علاوہ فاؤنڈیشن جن ممالک میں کام کر رہی ہے ان میں سے چند نام افغانستان، عراق، چیچنیا، بوسنیا، سوڈان، ایتھوپیا اور قدرتی آفت سماٹرا انڈامان کے زلزلہ (سونامی) سے متاثرہ ممالک کے ہیں۔

16 اگست 2006ء کو بلقیس ایدھی اور کبریٰ ایدھی کی جانب سے ایدھی انٹرنیشنل ایمبولینس فاؤنڈیشن کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ جس کے تحت دنیا کے امیر یا غریب کسی بھی ملک میں یہ ایمبولینس بطور عطیہ دی جائے گی اور انھیں ہدایت کی جائے گی کہ وہ ان ایمبولینس کو 5 سال تک استعمال کرنے کے بعد فروخت کر کے اس کی رقم خیراتی کاموں میں استعمال کریں۔

پاکستان کے علاوہ اسلامی دنیا میں بھی ایدھی نے ایک معزز اور محترم شخص کے طور پر شہرت پائی ہے۔ شہرت اور عزت کے باوجود انھوں نے اپنی سادہ زندگی کو ترک نہیں کیا، وہ سادہ پاکستانی لباس پہنتے تھے، ایدھی کے بیٹے فیصل بتاتے ہیں، جب افغانستان میں ایدھی فاؤنڈیشن کی شاخ کا افتتاح کیا جا رہا تھا تو عملہ نے مہمانوں اور صحافیوں کے بیٹھنے کے لیے کرسیاں خرید لیں۔ جب ایدھی وہاں گئے تو وہ اس

بات پر سخت خفا ہوئے، کیونکہ ان کے خیال میں یہ رقم کسی ضرورت مند کی مدد پر خرچ کی جا سکتی تھی۔ اس رات آپ کلینک کے فرش پر ایمبولینس کے ڈرائیوروں کے ساتھ سوئے۔

ایدھی فاؤنڈیشن کا مستقبل:

آج ایدھی فاؤنڈیشن ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ ایدھی مستقبل میں پاکستان کے ہر 500 کلومیٹر پر ہسپتال تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ ان کو احترام کے طور پر مولانا کا لقب دیا گیا ہے لیکن وہ ذاتی طور پر اس کو پسند نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے کبھی کسی مذہبی سکول میں تعلیم حاصل نہیں کی۔ وہ اپنے آپ کو ڈاکٹر کہلوانا پسند کرتے تھے، کیونکہ انسانیت کی خدمات پر پاکستان میں انسٹی ٹیوٹ آف بزنس ایڈمنسٹریشن (Institute of Business Administration)، کراچی سے ڈاکٹری کی اعزازی سند دی گئی تھی۔ وہ اس بات کو بھی سخت ناپسند کرتے تھے جب لوگ ان کی یا ان کے کام کی تعریف کرتے تھے۔ وہ کسی حکومت یا مذہبی جماعتوں سے امداد نہیں لیتے تھے۔

1996ء میں ان کی خودنوشت سوانح حیات شائع ہوئی۔ 1997ء گینیز بک آف ورلڈ ریکارڈ کے مطابق ایدھی فاؤنڈیشن کی ایمبولینس سروس دنیا کی سب سے بڑی فلاحی ایمبولینس سروس ہے۔ ایدھی بذاتِ خود بغیر چھٹی کیے طویل ترین عرصہ تک کام کرنے کے عالمی ریکارڈ کے حامل ہیں اور ریکارڈ بننے کے بعد بھی انھوں نے چھٹی نہیں لی۔

انھیں بے شمار بین الاقوامی اعزازات سے نوازہ گیا جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

بین الاقوامی اعزازات:

- 1986ء عوامی خدمات میں رومن میگسیسی سے اعزاز (Ramon Magsaysay Award)
- 1988ء لینن امن انعام (Lenin Peace Prize)
- 1992ء پال ہیریس فیلو روٹری انٹرنیشنل فاونڈیشن (Paul Harris Fellow Rotary International Foundation)
- دنیا کی سب سے بڑی رضا کارانہ ایمبولینس سروس۔ گینیز بک ورلڈ ریکارڈز (2000)
- ہمدان اعزاز برائے عمومی طبی خدمات 2000ء متحدہ عرب امارات
- بین الاقوامی بلزان اعزاز 2000ء برائے انسانیت، امن و بھائی چارہ، اطالیہ
- انسٹی ٹیوٹ آف بزنس ایڈمنسٹریشن کراچی کی جانب سے اعزازی ڈاکٹریٹ ڈگری (2006)
- یونیسکو مدنجیت سنگھ اعزاز 2009ء
- احمدیہ مسلم امن اعزاز (2010)

قومی اعزازات:

- کالج آف فزیشنز اینڈ سرجنز پاکستان کی طرف سے سلور جوبلی شیلڈ (1962 1987)
- حکومت سندھ کی جانب سے سماجی خدمتگزار برائے برصغیر کا اعزاز (1989)
- نشانِ امتیاز، حکومتِ پاکستان کا ایک اعلیٰ اعزاز (1989)
- حکومتِ پاکستان کے محکمہ صحت اور سماجی بہبود کی جانب سے بہترین خدمات کا اعزاز (1989)

- پاکستان سوک سوسائٹی کی جانب سے پاکستان سوک اعزاز (1992)
- پاک فوج کی جانب سے اعزازی شیلڈ
- پاکستان اکیڈمی آف میڈیکل سائنسز کی جانب سے اعزازِ خدمت
- پاکستانی انسانی حقوق معاشرہ کی طرف سے انسانی حقوق کا اعزاز
- 26 مارچ 2005ء عالمی میمن تنظیم کی جانب سے لائف ٹائم اچیومنٹ اعزاز (Life Time Achievement Award)

وفات:

8 جولائی 2016ء کو عبدالستار ایدھی 88 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ انھوں نے وفات سے قبل یہ وصیت کی تھی کہ ان کے دونوں آنکھیں ضرورت مندوں کو عطیہ کر دی جائیں۔

مستقبل کے خواب:

ایدھی جہاں موجودہ منصوبوں کو توسیع دینا چاہتے تھے وہاں ان کے کچھ خواب بھی تھے۔ وہ صدقِ دل سے چاہتے تھے کہ کوئی غریب، غریب نہ رہے اور ہر دکھی انسان سکھی ہو جائے۔ وہ چاہتے تھے کہ لاچار لوگوں کے لیے گھر بنائے جائیں، نشہ کرنے والوں کے علاج کے لیے مراکز کا قیام، کمیونٹی سنٹر اور مزید ہسپتال کھولنا ان کے منصوبوں کا حصہ تھا۔ ایک بڑا منصوبہ یہ بھی تھا کہ ایدھی پبلک کچن بنائے جائیں جہاں غریبوں کو مفت کھانا مل سکے۔ وہ پس ماندہ علاقوں خصوصاً بلوچستان اور چولستان میں خدمت کے لیے دیہی مراکز بھی قائم کرنا چاہتے تھے۔

ایدھی صاحب صلہ وستائش سے بے نیاز ہمہ وقت انسانی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ دُنیا بھر میں ان کی خدمات کا اعتراف کیا گیا تھا۔ لوگ انھیں رحمت کا فرشتہ (Angel of Mercy) کہتے تھے۔ ان کا نام گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں درج ہے۔ خدمتِ خلق کے حوالے سے ان کو عظیم انسان قرار دیا گیا ہے۔ معمولی پڑھا لکھا انسان اتنے بڑے کام سرانجام دے رہا تھا کہ شاید کئی ادارے مل کر بھی ایسا کام سرانجام نہ دے سکیں۔ فلپائن نے انھیں سب سے بڑا سول اعزاز دیا تھا۔ روس اور کئی دیگر ممالک نے ان کی خدمات کے صلے میں اُنھیں اعزازات دیے گئے تھے۔ حکومتِ پاکستان نے بھی نشانِ امتیاز دیا۔ 2007ء میں ان کا نام نوبل انعام کے لیے بھی تجویز کیا گیا تھا۔ نوجوان نسل کے لیے ان کا پیغام ہے ''انسان بنو، انسان بناؤ اور انسانیت کی خدمت کرو''۔ ایدھی بلاشبہ ایک عظیم انسان تھے۔ ان کی زندگی انسانی خدمت سے عبارت تھی۔ وہ مذہب وملت کے افراد کی خدمت کرنا عبادت قرار دیتے تھے۔

☆☆☆☆

مشق

(الف) مفصل جواب لکھیے۔

1۔ عبدالستار ایدھی کی سماجی خدمات پر نوٹ لکھیں۔

2۔ ایدھی فاؤنڈیشن کی ابتدا کیسے ہوئی، تفصیلاً بیان کریں۔

3۔ عبدالستار ایدھی کے مستقبل کے کیا خواب تھے؟

4۔ نوٹ لکھیں: (i) ایدھی فاؤنڈیشن کی ترقی (ii) عبدالستار ایدھی کے حالاتِ زندگی

(ب) سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ عبدالستار ایدھی کی تربیت کا نمایاں پہلو کیا ہے؟

2۔ ایدھی کے ذہن میں سماجی خدمات کا جذبہ پروان چڑھانے میں کسی کا کردار زیادہ اہم ہے؟

3۔ ایدھی نے خدمتِ خلق کی ابتدا کیسے کی؟

4۔ ایدھی کو خدمتِ خلق کے میدان میں کیا امتیاز حاصل تھا۔

5۔ فرصت کے اوقات میں ایدھی کیا کرتے تھے؟

6۔ ایدھی نے نوجوان نسل کے لیے کیا پیغام دیا ہے؟

7۔ عبدالستار ایدھی کو ملے چند بین الاقوامی اعزازات کے نام بتائیں۔

(ج) دُرست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ عبدالستار ایدھی کے دل میں خدمتِ خلق کا بیج ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نے بویا۔

(ا) ابتدائی سکول کے اساتذہ (ب) ماں کی محبت اور تربیت

(ج) دردمندوں کے تقاضے (د) ا، ب، ج

2۔ ایدھی کے ذہن کو خدمتِ خلق کے لیے یکسو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نے کیا۔

(ا) ماں کی تربیت (ب) ماں کی معذوری (ج) لوگوں کے دکھوں (د) ا، ب، ج

3۔ ایدھی فاؤنڈیشن خدمات کے سلسلے میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

(ا) ایمبولینس بیڑا (ب) اطلاعاتی نظام (ج) ہسپتال (د) لنگر

4۔ ایدھی کو سب سے بڑا سول اعزاز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نے دیا۔

(ا) امریکہ (ب) برطانیہ (ج) فلپائن (د) جاپان

5۔ ایدھی کی خدمات سے اندازہ ہوتا کہ یہ سب کچھ ان میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی وجہ سے تھا۔

(ا) تعلیم (ب) زرومال

(ج) جذبہ خدمتِ خلق (د) دُکھی انسانوں کے لیے دردِ دل

6۔ عبدالستار ایدھی کی یوم وفات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

(ا) 8 اپریل (ب) 8 مئی (ج) 8 جون (د) 8 جولائی

6۔ عبدالستار ایدھی کو سب بچے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہتے تھے۔

(ا) داداجان (ب) ناناجان (ج) چچاجان (د) خالوجان

(د) خالی جگہ پُر کیجیے۔

1۔ عبدالستار ایدھی ایک ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ گھرانے میں پیدا ہوئے۔

2۔ عبدالستار ایدھی کی والدہ کو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہوگیا۔

3۔ ان کے پاس ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سے زائد ایمبولینس پر مشتمل بیڑا ہے۔

4۔ عبدالستار ایدھی نے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں ایک چھوٹی سی دُکان خریدی۔

5۔ لوگ عبدلستار ایدھی کو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا فرشتہ کہتے تھے۔

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں:

1۔ ایک ڈائری بنائیں جس پر ہر روز درج کریں کہ آج آپ نے دوسروں کی بھلائی اور مدد کے لیے کیا کیا۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ طلبہ کو ایسے افراد کی باتیں بتائیں جس سے ان کے دل میں خدمتِ خلق کا جذبہ پیدا ہوا۔

2۔ طلبہ کے ذریعے عطیات اکٹھے کر کے اپنے علاقے کے ضرورت مند لوگوں کی مدد کریں۔

☆☆☆☆

مشاہیر

مدر ٹریسا: (26 اگست 1910ء - 5 ستمبر 1997ء)

(مدر ٹریسا)

وہ امن اور محبت کی پیام بر تھیں۔ قدرت نے انھیں دردِ دل اور خدمت خلق کے جذبے سے نوازا تھا۔ چناں چہ ان کی ساری عمر ناداروں، مریضوں اور معاشرے کے ٹھکرائے ہوئے بے سہارا افراد کے لیے وقف رہی۔ خاص طور پر کوڑھی اور جذامی افراد کے لیے، جن کی خدمت کرنا تو ایک طرف، لوگ ان کے قریب جاتے ہوئے بھی ڈرتے تھے۔ وہ ان کے لیے سراپا شفقت رہیں۔ مدر ٹریسا نے ان کے لیے الگ بستی بسائی اور ان کو ہر طرح سے مدد دی۔ ساٹھ سال تک ان لا چاروں اور ناداروں کی خدمت کرنے کے بعد وہ خود بیمار رہنے لگیں۔ انھیں 1979ء میں نوبل انعام سے نوازا گیا، مگر اُن کا اصل انعام لاکھوں انسانوں کا وہ احساسِ تشکر تھا، جس کا اظہار ان کے دنیا سے رخصت ہونے پر غریب لوگوں نے کیا۔ وہ ہندوستان کے نادار افراد کے لیے ہمدردی کا نمونہ تھیں اور ان کا نام ہی ہمدردی، شفقت اور مدد کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

مدر ٹریسا 26 اگست 1910ء کو مقدونیہ کے شہر سکو پجی میں پیدا ہوئیں۔ یہ شہر ان دنوں سلطنتِ عثمانی کا حصّہ تھا۔ بعد میں یہ یوگوسلاویہ کے صوبے مقدونیہ کا صدر مقام بھی رہا۔ ان کے خاندان کا تعلق البانیہ سے تھا اور ان کے والد پنساری تھے۔ یہ خاندان 1928ء میں آئرلینڈ جا بسا۔ مدر ٹریسا نے وہیں ورجن میری انسٹی ٹیوٹ میں مذہبیات اور نرسنگ کی تعلیم حاصل کی۔ انھوں نے بارہ سال کی عمر میں راہبہ بننے کا فیصلہ کر لیا۔ جب ان کی عمر 18 سال ہوئی تو وہ لیڈی لورٹیو کی راہبات کے نظام میں شامل ہو گئیں۔ انھوں نے 24 مئی 1931ء کو راہبہ کا حلف اٹھایا۔ وہ 1931ء سے 1946ء تک سینٹ میری ہائی سکول کولکتہ میں تدریسی فرائض سرانجام دیتی رہیں۔

مدر ٹریسا جن دنوں کولکتہ میں شعبہ تعلیم سے وابستہ تھیں، تو انھیں ایسے لگا جیسے ان کے اندر سے آواز آ رہی ہے کہ ''سکول کو چھوڑو، غریبوں میں رہو اور ان کی خدمت کرو، وہ گلیوں میں مر رہے ہیں''۔ انھوں نے دل کی آواز پر لبیک کہا۔ راہبہ ہونے کے ناتے انھیں اپنے نظام سے اجازت لینا تھی۔ چنانچہ 1948 میں انھیں پوپ کی طرف سے ایک خودمختار راہبہ کی حیثیت سے کام کرنے کی اجازت مل گئی۔ اسی

سال انھوں نے ''مشنری آف چیریٹی'' کے نام سے ادارہ قائم کرلیا۔ ابھی ان کے پاس مالی وسائل نہیں تھے اس لیے کھلے آسمان تلے انھوں نے غریب بچوں کو تعلیم دینا شروع کر دی۔

شہر کی تاریک گلیوں میں اتر کر اور غریبوں میں رہ کر انھوں نے مشنری جذبے سے کام کیا۔ بلدیہ کولکتہ کے کارپردازان نے انھیں ایک ہوسٹل دے دیا۔ مالی وسائل بھی حاصل ہونے لگے اور کچھ مخلص کارکن بھی میسر آ گئے۔ انھیں ہندوستان کی شہریت بھی دی گئی تھی۔ پوپ کی اجازت سے انھوں نے ایک محتاج خانہ بھی قائم کرلیا۔ یہاں ایسے لوگوں کی دیکھ بھال کی جاتی جن کا دنیا میں دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ تھا۔

مدر ٹریسا نے غریبوں اور بے سہارا انسانوں کو جینے کا سلیقہ اور حوصلہ دیا۔ انھوں نے اندھوں کی مدد کے لیے سنٹر کھولے، بوڑھوں کے لیے الگ مراکز قائم کیے۔ معذوروں اور دیگر مریضوں کے علاج اور فوری مدد کے لیے ڈسپنسریاں اور ہسپتال بنوائے۔ 1970ء میں کولکتہ میں ساٹھ مراکز قائم تھے اور ایک ہزار راہبات ان میں کام کر رہی تھیں۔ بعد میں ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کی تعداد بڑھ کر 54 اور 213 ہو گئی۔ مدر ٹریسا نے ایک اور منفرد کام کیا کہ جذامیوں کے لیے الگ سے شانتی نگر بستی قائم کر دی۔ یتیم خانے اس کے علاوہ تھے جو مادر مہربان کی نگرانی میں سرگرم تھے۔

ہندوستان میں ان کے کام کو استحکام ملا تو انھوں نے اپنے رفاہی کام کا دائرہ دوسرے ممالک تک وسیع کر دیا۔ پوپ کی اجازت سے مشنریز آف چیریٹی کے حوالے سے وہ بین الاقوامی مذہبی خاندان کا حصہ بن گئیں۔ اب یہ کام بڑھتا گیا، اور ان کی تنظیم ایک بین الاقوامی تنظیم بن گئی۔ 1979ء میں اس کی شاخیں مشرقی یورپ، افریقہ، لاطینی امریکہ اور ایشیا کے بہت سے ممالک میں قائم ہو گئیں اور قدرتی آفات، وبائی امراض، ایڈز کے مریضوں اور شرابیوں کی مدد اور علاج کے لیے وہ سرگرمِ عمل رہیں۔ 1990ء میں دنیا کے چالیس ممالک میں نوّے لاکھ افراد مدر ٹریسا کے قائم کردہ اداروں میں کام کر رہے تھے۔ اب وہ خود بیمار رہنے لگیں، اس لیے اپنے مشن سے مستعفی ہو گئیں اور وہ 5 ستمبر 1997ء کو اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔

مدر ٹریسا نے مفلس اور بے سہارا لوگوں کے لیے مختلف اقسام کی خدمات سرانجام دیں۔ دنیا بھر میں ان کو سراہا گیا۔ انھیں 1979ء میں سماجی خدمات کا ''نوبل انعام'' دیا گیا۔ حکومتِ ہند نے اُنھیں سول اعزاز پدم شری اور نہرو ایوارڈ دیا۔ پوپ پال نے امن انعام اور فلپائن نے انھیں سب سے بڑے سماجی اعزاز سے نوازا۔ انھیں اس کے علاوہ بھی بہت سے ملکوں نے اعزازات عطا کیے۔ ان کا سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ بہت بڑی تعداد میں غریبوں، بیماروں اور دکھی انسانوں نے اُنھیں گہرے دکھ اور احساسِ تشکر کے آنسوؤں سے لبریز آنکھوں کے ساتھ روانہ کیا۔ ان کا نعرہ تھا ''غریبوں کو معلوم ہو کہ ہم ان سے محبت کرتے ہیں'' اور ''غربت کا خاتمہ باہمی اشتراک سے ہی ممکن ہے''۔

مدر ٹریسا مسیحی راہبہ تھیں۔ انھوں نے پوپ سے اجازت لے کر سماجی اور فلاح و بہبود کے کام کیے۔ مسیحی مذہب میں عوامی خدمات عموماً مرد انجام دیتے ہیں جبکہ مدر ٹریسا نے خاتون ہوتے ہوئے بے سہارا انسانوں کو مضبوط سہارا فراہم کیا۔ ان کی انسانی خدمت کی لگن اور جذبے سے متاثر ہو کر پوپ نے بھی اُنھیں عوامی فلاح و بہبود کے کام کرنے کی اجازت دی۔ ان سب باتوں سے سبق ملتا ہے کہ انسانوں کی خدمت ایک عظیم کام ہے جس کا صلہ خدائے بزرگ و برتر سے ملتا ہے اور جس سے انسانیت کا بھلا ہوتا ہے۔

مشق

(الف) مفصل جواب لکھیں۔

1۔ مدر ٹریسا کی خدمات کا احاطہ کیجیے۔

(ب) سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ مدر ٹریسا کہاں پیدا ہوئیں؟

2۔ کولکتہ میں وہ کس سکول سے وابستہ رہیں؟

3۔ مدر ٹریسا نے کوڑھی اور جذامیوں کے لیے کیا خاص خدمت سر انجام دیں؟

4۔ اپنا الگ نظام قائم کرنے کے لیے انھیں کسی سے اجازت لینا پڑی؟

5۔ مدر ٹریسا کے قائم کردہ ادارے کا نام کیا تھا؟

(ج) دُرست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ مدر ٹریسا نے ایک بستی شانتی نگر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے لیے بسائی۔

(ا) یتیموں (ب) اندھوں (ج) جذامیوں (د) معذوروں

2۔ مدر ٹریسا نے ہندوستان آ کر کس مقام پر مشن میں شامل ہوئیں؟

(ا) شملہ (ب) دارجلنگ (ج) مسوری (د) کولکتہ

3۔ مدر ٹریسا نے ہندوستان میں راہبہ کا حلف اٹھایا۔

(ا) 1928ء (ب) 1931ء (ج) 1934ء (د) 1936ء

4۔ مدر ٹریسا کو نوبل انعام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں ملا۔

(ا) 1979ء (ب) 1989ء (ج) 1999ء (د) 2006ء

5۔ 1990ء میں ان کا کام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ممالک میں پھیل چکا تھا۔

(ا) 40 (ب) 45 (ج) 50 (د) 60

(د) صحیح جملے کے سامنے ''ص'' اور غلط کے سامنے ''غ'' لکھیں۔

1۔ مدر ٹریسا نے اٹلی میں تربیت کے بعد ہندوستان چلی آئیں۔

2۔ مدر ٹریسا نے دل کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے تدریس کا شعبہ چھوڑ دیا۔

3۔ 1990ء میں ان کے مشن سے وابستہ افراد کی تعداد 90 ہزار تھی۔

4۔ غریب لوگوں کا اظہارِ تشکر ان کے لیے نوبل انعام سے بڑا اعزاز تھا۔

5۔ 1948ء میں پوپ نے انھیں خود مختار راہبہ کی حیثیت سے کام کرنے کی اجازت دے دی۔

(و) **طلبہ کے لیے سرگرمیاں:**

1۔ آپ کو مدر ٹریسا کی کون سی بات اچھی لگی؟ ہر ایک طالب علم نوٹ کرے، پھر سب طلبہ کی پسند کی فہرست بنائیں اور ان اچھی باتوں کو ترتیب دے کر ایک چارٹ بنائیں۔

2۔ ہر طالب علم خدمتِ خلق کی اہمیت پر ایک صفحہ کا نوٹ لکھے۔

(ہ) **اساتذہ کے لیے ہدایات:**

1۔ طلبہ کو بتایا جائے کہ خدمتِ خلق کا مذہب سے گہرا تعلق ہے۔

2۔ طلبہ سے اپنے شہر کے کسی ایسے معروف کارکن کے حالات دریافت کریں جو خدمتِ خلق میں پیش پیش رہتا ہو۔

☆☆☆☆

مشاہیر

جمشید نسروان جی مہتا: (7 جنوری 1886ء - 8 اگست، 1952ء)

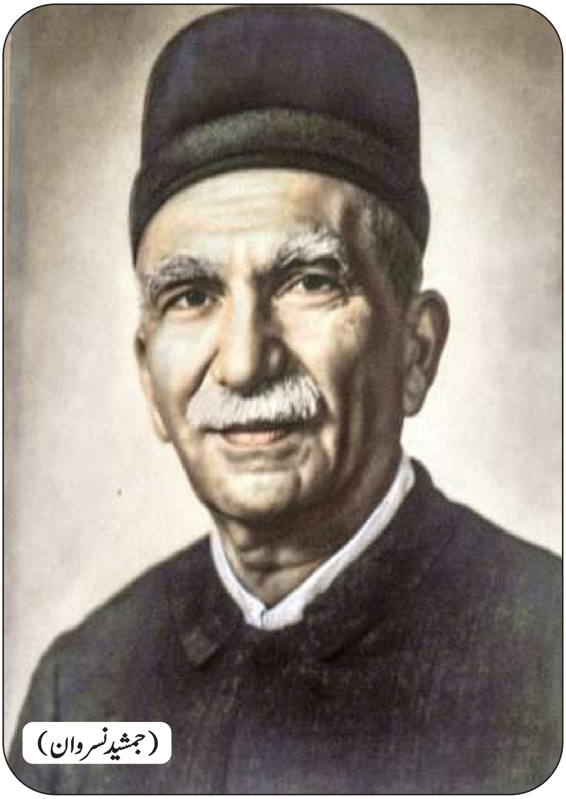
(جمشید نسروان)

جمشید نسروان جی مہتا جنھیں بابائے کراچی بھی کہا جاتا ہے۔ 7 جنوری 1886ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ وہ پارسی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ یہ خاندان کراچی کا ایک کھاتا پیتا گھرانا تھا، جہاں دولت کی ریل پیل تھی۔ ان کا بچپن خوشگوار رہا۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم پارسی ربادی سکول اور این جے وی سکول کراچی سے حاصل کی اور پھر 1900ء میں مزید تعلیم کے لیے ڈی جے کالج کراچی میں داخل ہوئے۔ وہ 1914ء میں کراچی میونسپلٹی کے رکن بنے اور 1933ء تک اس کے رکن رہے۔ اس دوران 1922ء سے 1933ء تک گیارہ سال تک مسلسل کراچی میونسپل کمیٹی کے صدر اور پھر کراچی میونسپل کارپوریشن کے 1933ء سے 1934ء پہلے میئر منتخب ہوئے۔ اُنھوں نے تعلیم کراچی ہی میں حاصل کی اور پھر والد صاحب کے ساتھ کاروبار میں ہاتھ بٹانے لگے۔ محنت ان کی عادت اور دیانت داری ان کا شیوہ تھی۔ جلد ہی کاروباری حلقوں میں ان کی ساکھ قائم ہوگئی۔ جہاں ایک طرف تجارت میں ان کے نام کا سکّہ چلتا، وہاں عوامی حلقوں میں ان کی شہرت ایک غریب پرور اور بے لوث سماجی کارکن کے طور پر پھیل رہی تھی۔

کاروبار کے ساتھ ساتھ انھوں نے سیاست میں بھی دلچسپی لینا شروع کی۔ اس زمانے میں سیاست کا رنگ آج کے دَور سے بالکل مختلف تھا۔ لوگوں کے مجبور کرنے پر وہ اس خار دار میدان میں اترے اور 1918ء میں پہلی دفعہ بلدیہ کے کونسلر منتخب ہوئے۔ اگلی کئی دہائیوں تک وہ مقامی سیاست کے اُفق پر چھائے رہے اور شاید ہی کوئی دن ایسا ہو، جب ان کا نام یا تصویر اخباروں کی زینت نہ بنی ہو۔ وہ بارہ سال تک مسلسل بلدیہ کے صدر رہے۔ انھوں نے اپنی میئر شپ کے زمانے میں کراچی کی توسیع کے متعدد منصوبے بنائے۔ کھلی سڑکیں، باغات اور کھیل کے میدان تعمیر کروائے۔ 1919ء میں جب انفلوائنزا کی بیماری نے کراچی میں وبا کی شکل اختیار کی تو انھوں نے دن رات عوام کی خدمت کی جس کے نتیجے میں وہ عوام میں بے حد مقبول ہوئے۔ وہ 1922ء میں کراچی میونسپلٹی کے صدر منتخب ہوئے اور اکتوبر 1932ء تک اس عہدے پر کام کرتے رہے۔

انسانیت کے لیے مثال:

کراچی کے باسیوں سے ان کی محبت کی دلیل یہ ہے کہ وہ ایک طویل عرصے تک کراچی میونسپلٹی کے صدر رہے۔ کراچی شہر میں بسنے والے لوگوں کے لیے ان کی خدمات کا کوئی شمار نہیں۔ وہ نہ صرف انسانوں سے پیار کرتے تھے بلکہ کسی جانور کو بھی دکھ یا تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے تھے۔

ایک دفعہ وہ گاڑی میں جا رہے تھے جب ایک گدھے کو زخمی سڑک پر گرے ہوئے دیکھا آپ گاڑی سے اترے اور پیدل گدھے کو لے کر جانوروں کے ہسپتال گئے۔ ان کی موٹر کار ڈرائیور اُن کے پیچھے چلاتا آ رہا تھا۔ جمشید نے اپنے سامنے گدھے کی مرہم پٹی کرائی۔ ڈاکٹر کو بار بار کہتے رہے کہ زخم کو آہستہ صاف کریں تا کہ بے زبان کو ایذا نہ پہنچے۔ مرہم پٹی ختم ہوئی تو ڈاکٹر کو ہدایت کی کہ گدھے کو ان کے ذاتی خرچ پر ہسپتال میں رکھا جائے۔ چارے کے لیے کچھ رقم بھی ہسپتال میں جمع کرا دی۔ دوسری طرف گدھے کے مالک کو ہدایت کی کہ جب تک گدھا پوری طرح صحت یاب نہ ہو جائے اور گاڑی میں جوتنے کے قابل نہ ہو جائے۔ اُس وقت تک وہ اپنی مزدوری کا حساب ان سے لیا کرے۔ یہ کہتے ہی کچھ نوٹ پیشگی ہی اسے دے دیے۔ جمشید مہتا کے دور میں شہر میں جانوروں کے تحفظ کے لیے باقاعدہ انتظام کیا۔ کیا لوگ تھے جو کراچی شہر میں بیمار یا زخمی جانوروں کا بھی خیال رکھتے تھے۔

جمشید نسروان جی مہتا کی خدمات:

آج کراچی کا شمار دُنیا کے چند بڑے شہروں میں ہوتا ہے۔ اُس کی آبادی کئی ملکوں کی آبادی سے زیادہ ہے اور اقتصادی طور پر اسے پاکستان کا دل کہا جاتا ہے۔ انھوں نے کراچی کو ایک جدید شہر بنا دیا۔ ان کے دَور میں کراچی کی کشادہ سڑکیں ہر رات کو دھوئی جاتی تھیں۔ انھوں نے شہر میں خوب صورت پارک اور شجر ہائے سایہ دار لگوائے تھے۔ سکول، ہسپتال، لائبریریاں قائم ہوئیں حتیٰ کہ جانوروں کی خدمت کے مراکز بھی قائم کیے۔ کراچی کو اعلیٰ بلدیہ (Metropoliton Corporation) کا درجہ انھیں کے عہد میں دیا گیا اور وہ 1933ء تا 1934ء پہلے رئیس بلدیہ بھی رہے۔

اپنی منفرد شخصیت اور خدمات کی وجہ سے سندھ بھر میں انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ وہ ہر سیاسی، سماجی اور مذہبی تحریک میں پیش پیش رہتے۔ ہر تحریک میں ان کا نام کامیابی کی ضمانت سمجھا جاتا۔ وہ ''مقامی حکومت'' (Home Role) تحریک میں نمایاں کردار ادا چکے تھے۔ انھیں ہند کے بڑے رہنماؤں کے ساتھ بھی کام کرنے کا موقع ملا تھا۔ انھوں نے 1930ء میں ہاری کمیٹی کے قیام میں بھرپور حصہ لیا اور اُنھیں مزدوروں کی انجمنیں بنانے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ ضلع دادو کے لوگوں نے 1937ء میں ان کو سندھ اسمبلی کے لیے نمائندہ چنا۔ چنانچہ وہ جہاں بھی جاتے ہزاروں لوگ اُنھیں دیکھنے کو امڈ آتے۔ لوگ ان کی شکل سے کم اور کام اور نام سے زیادہ واقف تھے۔ اُنھوں نے اپنے چاروں مخالف امیدواروں کے مجموعی ووٹوں سے بھی زیادہ ووٹ حاصل کیے اور وہ صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہو گئے۔ لیکن دو سال کے بعد ذاتی وجوہات کی وجہ سے وہ اسمبلی سے مستعفی ہو گئے۔

جمشید نسروان جی مہتا ایک با اُصول انسان تھے۔ انھوں نے اصولوں پر کبھی سمجھوتا نہ کیا۔ جب اُنھیں احساس ہوا کہ شراب اور سپرٹ انسان کے لیے ہر طرح سے ضرر رساں ہیں، تو انھوں نے لوگوں کو نشہ آور اشیا کا استعمال ترک کرنے اور اُن سے دُور رہنے کی تلقین

کی۔ یہ ان کے خاندانی کاروبار کا ایک حصہ بھی تھا لیکن اُنھوں نے اِسے فوراً بند کر دیا۔ چناں چہ ایجنسیاں بند ہونے لگیں اور مالی طور پر اُنھیں کافی نقصان ہوا۔ جمشید نسروان جی مہتا نے باپ کے اس کاروبار سے منافع لینا بھی بند کر دیا۔ ان کے والد پر کاروباری حلقوں کی طرف سے دباؤ بڑھا کہ بیٹے کو سمجھائیں مگر صرف منافع کے لیے ان کے والد نے بیٹے کے اصول اور ضمیر کی آواز پر آنچ نہ آنے دی اور سارا نقصان بخوشی برداشت کر لیا۔

یہ ان کے کردار کی عظمت ہی تھی کہ عوام نے ہمیشہ ان پر اعتماد کیا۔ ایک دفعہ سنٹرل بینک آف انڈیا کے بارے میں افواہ پھیل گئی کہ بنک دیوالیہ ہو رہا ہے۔ لوگوں نے دھڑا دھڑ رقوم نکلوانا شروع کر دیں۔ وہ بینک میں گئے، صورتِ حال معلوم کی، باہر آ کر انھوں نے کرسی پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ بینک کی مالی حالت مضبوط ہے۔ میں آپ لوگوں کی رقوم کی ضمانت دیتا ہوں۔ اتنا سُننا تھا کہ قطاروں میں کھڑے لوگ مطمئن ہو کر اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ گئے۔ انھوں نے سیاست میں کبھی بھی غلط وعدہ نہیں کیا تھا اس لیے ان پر لوگ بے انتہا اعتماد کرتے تھے۔

ایک انگریز خاتون مسز این بسنٹ نے برصغیر کی تحریکِ آزادی میں حصہ لیا، گرفتار بھی ہوئیں۔ مقامی حکومت کی تحریک میں بھی سرگرم رہیں۔ وہ بلا کی مقررہ تھیں۔ وہ تھیوسوفیکل سوسائٹی کی صدر بھی تھیں۔ جمشید نسروان جی مہتا ان کی ایک تقریر سن کر بے پناہ متاثر ہوئے۔ وہ تھوسوفیکل سوسائٹی کے رکن بن گئے۔ یہ سوسائٹی غریب بچوں کی تعلیم کا بندوبست کرتی تھی۔ ان دنوں دو ہزار (2000) طلبہ کی تعلیم کا ذمہ سوسائٹی نے اپنے سر لے رکھا تھا۔ جمشید نسروان جی مہتا نے اس دَور میں ساٹھ (60) لاکھ روپے کا عطیہ دیا۔ اس کے علاوہ وہ ہریجنوں، جذامیوں اور جانوروں کی دیکھ بھال کے لیے بھی دل کھول کر چندہ دیا کرتے تھے۔ مہتا جی نے کراچی میں تھیوسوفیکل سوسائٹی کی شاخ قائم کی اور یہ سوسائٹی آج بھی کراچی میں سرگرمِ عمل ہے۔

جمشید نسروان جی مہتا 1922ء میں پہلی بار بلدیہ کراچی کے صدر منتخب ہوئے، اس وقت اس کا شمار پس ماندہ شہروں میں ہوتا تھا۔ سہولتیں عنقا تھیں پورے کراچی میں محض دو (2) عوامی پارک تھے۔ فٹ پاتھ تھی نہ پینے کے صاف پانی کی فراہمی کا بندوبست تھا، نہ میٹرنٹی ہوم تھا نہ کوئی لائبریری، کوئی بہتر سڑک بھی پورے شہر میں نہ تھی۔ بلدیہ کراچی کا صدر بنتے ہی جمشید نسروان جی مہتا نے شہر کی ترقی اور شہریوں کی خدمت کا بیڑا اُٹھایا اور عملی بنیادوں پر اقدامات کا آغاز کیا۔ بہترین اور معیاری سڑکیں بنوائیں، لائبریریاں قائم کیں، درجن کے قریب عوامی پارک بنوائے، فٹ پاتھ قائم کیں، پینے کے صاف پانی کی فراہمی کی خاطر واٹر سپلائی کے منصوبے کا قیام عمل میں لائے۔ بچوں کے لیے علیٰحدہ سے پارک اور بڑوں کے واسطے ورزش کے لیے بھی ایک پارک تعمیر کیا۔ شہرِ قائد کے قدیم علاقے لیاری میں دس (10) سکول قائم کیے اور مفت تعلیم کا آغاز کیا۔ انھوں نے شہر کے تمام علاقوں میں میٹرنٹی ہوم قائم کیے۔ انھوں نے ایک منصوبہ تیار کیا تھا کہ شہر کے مختلف حصوں میں زچّہ و بچّہ کے مراکز قائم کیے جائیں۔ اس معاملے میں پہل انھوں نے خود کی اور اپنی والدہ گل بائی کے نام سے صدر میں جہانگیر پارک کے قریب ایک میٹرنٹی ہوم قائم کیا۔ اس کے علاوہ دیگر افراد سے چندہ لے کر میٹرنٹی ہوم بنوائے۔

جمشید نسروان جی مہتا نے کراچی میونسپلٹی کی صدارت سنبھالی تو اُس وقت کراچی کی سڑکیں پکی نہیں ہوتی تھیں۔ اُن کے دور میں ان سڑکوں کی لمبائی چودہ میل تھی لیکن جب جمشید نے اپنا عہدہ چھوڑا تو اُس وقت کراچی میں چھہتر (76) میل لمبی پکی سڑکیں موجود تھیں۔ ان سڑکوں پر تارکول کی تہہ بچھائی گئی تھی جس کے سبب یہ سڑکیں چمکتی ہوئی نظر آتی تھیں۔

ماما پارسی سکول، این جے وی، میٹروپول ہوٹل، سوبھراج ہسپتال، میونسپل میوزیم، میونسپل کارپوریشن بلڈنگ، کم آمدن والے ملازمین کے لیے مکانات تعمیر کیے، جن کو بعد میں ان کی یادگار کے طور پر جمشید کوارٹرز کا نام دیا گیا۔ صفائی ستھرائی کا بہترین نظام قائم کیا۔ اُن کی شب و روز محنتوں کے طفیل اُس دور میں کراچی کو برصغیر کا سب سے خوب صورت شہر قرار دیا گیا تھا۔

جمشید نسروان جی مہتا شب و روز محنت کے عادی تھے، اُنھیں بہت کم آرام کا موقع میسر آتا۔ اُنھیں علم و ادب سے خاص شغف تھا، مطالعے کے شوقین تھے، اخبارات اور رسائل کے لیے لکھتے بھی تھے اور کراچی کے شہری نظام کے متعلق "کراچی میونسپلٹی" کے نام سے ایک کتاب بھی تصنیف کی تھی۔ سندھ میں اُنھیں بابائے اسکاؤٹنگ بھی گردانا جاتا ہے۔ وہ پہلے غیر منقسم ہندوستان بعد ازاں پاکستان میں "بوائے اسکاؤٹ موومنٹ" کے بانیان میں سے ایک تھے۔ اُنھوں نے زندگی بھر شادی نہ کی۔ اس عظیم شخصیت کے کراچی کے لیے احسانات ناقابلِ فراموش ہیں۔ پاکستان پوسٹ آفس نے ان کی 102 ویں سالگرہ کے موقع پر 7 جنوری 1988ء کو ان کے اعزاز میں ایک یادگاری ڈاک ٹکٹ جاری کیے۔ کراچی کی بستی جمشید کوارٹر، ایک سڑک جمشید روڈ اور ایم اے جناح روڈ پر واقع جمشید میموریل ہال انھی سے منسوب ہیں۔

وفات:

جمشید نسروان جی مہتا 8 اگست، 1952ء کو کراچی میں وفات پا گئے۔ ان کی وفات پر محکمہ ڈاک پاکستان نے یادگاری ٹکٹ جاری کیا۔ کراچی میں جناح روڈ پر ان کے نام سے ایک بڑا ہال تعمیر کیا گیا۔ فلاسوفیکل سوسائٹی ہر سال ان کی برسی کے موقع پر اجلاس منعقد کر کے اُنھیں خراجِ تحسین پیش کرتی ہے۔ جب تک کراچی شہر قائم رہے گا، جمشید جی کا نام بھی زندہ رہے گا۔

جمشید جی بچپن ہی سے دوسروں کے دُکھ دَرد کا خیال رکھتے تھے۔ اگر چہ وہ کروڑ پتی تھے لیکن وہ سادہ زندگی بسر کرتے اور اپنی آمدنی کا بڑا حصہ غریبوں، بیواؤں اور یتیم بچوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ وہ گاہے بگاہے ہسپتالوں اور بعض اوقات مریضوں کے گھروں میں عیادت کے لیے جاتے تھے۔ انھیں دیکھ کر مریضوں کے چہرے کھل اُٹھتے۔ وہ خود بھی دکھی لوگوں سے مل کر خوش ہوتے تھے۔ بیماروں کی عیادت کرنے جاتے تو اپنے مخلص کارکنوں کو ساتھ لے جاتے، تاکہ ان کی بھی تربیت ہو جائے۔

انھیں دنیا سے رخصت ہوئے تقریباً ستر برس بیت چکے ہیں، لیکن اہل کراچی کے ذہنوں میں ان کی یادیں آج بھی تازہ ہیں۔ کیونکہ وہ جدید کراچی کے بانی تھے اور دُنیا انھیں کراچی کا بے تاج بادشاہ کہتی تھی۔ وہ اپنے کردار، اخلاق اور بے لوث خدمت کے طفیل لاکھوں لوگوں کے دلوں کی دھڑکن تھے۔ ارب پتی باپ کا یہ تاجر بیٹا فقیری میں زندگی بسر کرتا رہا لیکن اس دریا دل انسان نے عوامی خدمت کے کئی ریکارڈ قائم کیے۔ کراچی کی تاریخ اُن کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے۔

انسانیت کی خدمت کا جذبہ اُن میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ وہ ساری زندگی لاچاروں، بے کسوں، غریبوں کی خدمت میں مصروفِ عمل رہے۔ کراچی کی تعمیر و ترقی میں ان کا کلیدی کردار رہا۔ جمشید نسروان جی مہتا کی خدمات کے سبب ان کا نام شہرِ قائد کی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔ انسانیت کی خدمت ان کا مطمع نظر تھا اور تا دمِ آخر اس مشن میں مصروفِ عمل رہے۔

☆☆☆☆

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیں۔

1۔ جمشید نسروان جی مہتا کے کردار کا جائزہ لیجیے۔

2۔ ''جمشید جی کی زندگی عوامی خدمت کی عمدہ مثال ہے'' تبصرہ کیجیے۔

(ب) سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ جمشید نسروان جی مہتا کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

2۔ جمشید نسروان جی مہتا کتنا عرصہ کراچی بلدیہ کے صدر رہے؟

3۔ جمشید نسروان جی مہتا کی کون سی خوبیاں کاروباری ساکھ کا سبب بنیں؟

4۔ جمشید نسروان جی مہتا کس سوسائٹی کے ممبر بنے؟

5۔ جمشید نسروان جی مہتا کس شخصیت سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے؟

6۔ بنک میں جمشید نسروان جی مہتا کی تقریر کیوں مؤثر ثابت ہوئی؟

7۔ جمشید نسروان جی مہتا نے کس چیز کو ختم کرنے کے لیے اپنے کاروبار کا نقصان کیا؟

8۔ جمشید نسروان جی مہتا نے زخمی گدھے کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

(ج) دُرست جواب کی نشان دہی کیجیے۔

1۔ جمشید نسروان جی مہتا نے نشہ ترک کر دیا کیوں کہ ـــــــــــــــــــــ تھی/ تھا۔

(الف) یہ ایک خلاف قانون سرگرمی (ب) اسے سماجی طور پر بُرا سمجھا جاتا

(ج) یہ صحت کے لیے نقصان دہ (د) مہنگائی بڑھ گئی

2۔ جمشید نسروان جی مہتا مسز بسنٹ سے بہت متاثر تھے کیوں کہ ـــــــــــــــــــــ تھیں۔

(الف) وہ بہت پارسا (ب) بڑی عمدہ مقررہ

(ج) ہوم رول تحریک چلا رہی (د) اچھی اور منجھی ہوئی سیاست دان

3۔ تھیو سائیکل سوسائٹی کا زیادہ زور ـــــــــــــــــــــ تھا۔

(الف) بچوں کی تعلیم پر (ب) غریبوں کو کھانا کھلانے پر

(ج) مریضوں کی دیکھ بھال پر (د) یتیموں کی پرورش پر

4۔ جمشید نسروان جی مہتا نے اسمبلی کی رکنیت سے استعفٰی دے دیا کیوں کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔گئی/ تھے۔

(الف) ان کی دیگر مصروفیات بڑھ گئی
(ب) سازشوں کی وجہ سے وہ کام نہیں کر پا رہے
(ج) لوگوں کا اعتماد کھو بیٹھے
(د) انھیں سیاست سے نفرت ہو گئی

5۔ جمشید نسروان جی مہتا ایک مقبول رہنما تھے کیوں کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تھے۔

(الف) غریب پرور اور بے لوث سیاسی کارکن
(ب) کردار کے کھرے
(ج) لوگوں کے دلوں میں اترنے کا فن جانتے
(د) تھیوسافیکل سوسائٹی کے رکن

(د) صحیح جملے کے سامنے ''ص'' اور غلط کے سامنے ''غ'' لکھیں۔

1۔ جمشید نسروان جی مہتا کا تعلق ایک مسیح گھرانے سے تھا۔

2۔ 1918ء میں جمشید نسروان جی مہتا بلدیہ کے میئر منتخب ہوئے۔

3۔ جمشید نسروان جی مہتا بارہ سال بلدیہ کے صدر رہے۔

4۔ جمشید نسروان جی مہتا بوائے سکاؤٹ تحریک کے بانی رکن تھے۔

5۔ جمشید نسروان جی مہتا عموماً بیماروں کی تیمارداری کے لیے ہسپتال جایا کرتے تھے۔

6۔ جمشید نسروان جی مہتا کو پرانے کراچی کا بانی کہتے ہیں۔

7۔ کراچی میں جمشید نسروان جی مہتا کے نام پر ایک بڑا ہال تعمیر کیا گیا۔

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں:

1۔ جمشید نسروان جی مہتا جیسی اور پاکستانی شخصیات کے بارے میں معلومات اکٹھی کریں اور کلاس میں بحث کریں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ ''رفاہِ عامہ اور ہمارے فرائض'' پر مضمون نویسی کا ایک مقابلہ کرائیں اور اوّل دوم آنے والوں کی حوصلہ افزائی کریں۔

2۔ مذاہب کا خدمتِ خلق میں کردار اس موضوع پر سوال و جواب کی ایک نشست رکھیں اور اہم نکات نوٹ کر کے کمرا جماعت کی زینت بنائیں۔

☆☆☆☆

فرہنگ

مذاہب کا تعارف

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
معدوم	کسی چیز کا ختم ہونا	جبلت	فطرت	مافی الضمیر	نیّت، ارادہ
تجسس	حیرانی	منطقی ربط	عملی دلائل میں تعلق	عدیم التغیر	نایاب تبدیلی
تگ ودو	کوشش کرنا	فکری مغالطے	سوچنے میں غلطی کرنا	فلکیات	فلک کی جمع آسمان
لائحہ عمل	طریقہ کار	کنارہ کش ہونا	علیٰحدگی اختیار کرنا	نسلیات کا ماہر	ایسے ماہرین جو انسانی نسلوں کے بارے میں علم رکھتے ہیں۔
الٰہیات	ایسا علم جس میں خدا کے وجود اور ذات وصفات سے بحث کی جاتی ہے۔	اعصابی امراض	ذہنی مرض	علم البشر	انسان کے بارے میں علم کی شاخ

مذہب پر معاشرے کے اثرات

تفہیم	فہمائش، سمجھنا، سوجھ بوجھ حاصل ہونا	حصول	حاصل ہونا	وصالِ الٰہی	وحدت میں فنا ہونا، خدا تعالیٰ سے ملنا
سماجیات	معاشرے یا سماج کا علم	دُوررس	دیرپا، زیادہ دیر تک	متعین	مقرّر
باطنی	ظاہری کی ضد، داخلی اور اندرونی	لچک پذیری	نرمی، جھکاؤ	ماورائی	نظر نہ آنے والی بالاقوتیں
نسلیات	انسانی نسلوں کے بارے میں علم	اِرتقا	ترقی، بتدریج بڑھنا، بالیدگی	ضخیم	بہت بڑا، موٹا
آفاقی	عالمگیر، پوری دنیا سے تعلق رکھنے والا	گردشِ زمانہ	لاگو کرنا	ذرائع ابلاغ	آمدورفت کے ذریعے
مظاہرِ فطرت	فطرت کا اظہار، مختلف قسم کے قدرتی مناظر	ہیبت	خوف، رُعب	پروٹسٹنٹ	ایک مسیحی فرقہ
ترسیل	پہنچانا	مسخ ہونا	اچھی صورت کا بُری صورت ہونا	مذہبی اوہام	مذہبی وہمات

اسلام

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
متصف	موصوف	ہیبت	رعب و دبدبا	لعابِ دہن	زبان کا پانی
جبلِ نور	مکّہ مکرمہ کے ایک پہاڑ کا نام	صلہِ رحمی	رحم کرنا	صحابی	حضور اکرم خَاتَمُ النَّبِیِّیْن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا ساتھی
ثابت قدمی	ڈٹے رہنا	محصوری	پھنس جانا	مقاطعہ	معاشرتی بائیکاٹ
عامُ الحزن	غم کا سال	مسجدِ اقصیٰ	ایک مسجد جو یروشلم میں ہے	مسجدالحرام	مکّہ مکرمہ کی مسجد جہاں خانہ کعبہ ہے
براق	آسمانی سواری جو بجلی سے زیادہ تیز ہو	حضرت جبریل علیہ السلام	فرشتہ کا نام	سُرخ اُونٹ	اونٹوں کی ایک نسل جو بہت نایاب ہے
تعصب	نفرت	مواخات	بھائی چارہ	اجتماعی امور	اکٹھے کام کرنا
قیام وطعام	کھانا پینا	نفع رسانی	فائدہ پہنچانا	خیرخواہی کرنا	مدد کرنا
عفوودرگزر	معاف کرنا	تحویل قبلہ	قبلہ کو بدلنا	بیت المقدس	قبلہ اوّل (یروشلم)
حرمت	عزت	باز پرس کرنا	جواب طلب کرنا	مرقع	منظر نگاری
تقویٰ	پرہیزگاری	نفسوں کی برائی		شقی	ظالم، بے رحم
پنجگانہ	پانچ وقت	شکم سیر	پیٹ کا بھرنا	تلقین کرنا	نصیحت کرنا
حُسنِ بندگی	فرماں برداری، اطاعت	فرضِ کفایہ	ایسا عمل جو ایک شخص بھی ادا کرے تو سب کی طرف سے ہو جاتا ہے	مسنون	نسبت کا طریقہ
حالتِ نزع	مرنے کے قریب	مفصل احکام	تمام حکم	دُعائے مغفرت	بخشش کی دُعا

مسیحیت

پیروکار	پیروی کرنے والے	رجوع	راغب، پلٹ آنا، میلان	حواری	خاص، مددگار
اخلاص	خالص ہونا	پرچار کرنا	تبلیغ کرنا	توکل	بھروسا
ایثار	قربانی	تنازع	جھگڑا	ماخذ	منبع
مصلوب کرنا	پھانسی دینا	روح القدس	تثلیث کا تیسرا جوہر	رُشدوہدایت	سیدھا راستہ

اجتماعی عدل و مساوات

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
برگزیدہ	پسندیدہ	بیڑا اٹھانا	ذمہ لینا	متاعِ کارواں	مُراد قوم کی مال و دولت
احساسِ زیاں	نقصان کا احساس	کدورت	مَیل۔نفرت	سیّدنا	ہمارے آقا، ہمارے رہنما
منحرف ہونا	پلٹ جانا، لوٹ جانا	تفاوُت	فرق، فاصلہ	آوے کا آوا بگڑنا	سب کا خراب ہو جانا
نسلی تعصّبات	نسلوں میں نفرتیں	عجمی	عجم کا رہنے والا	انسانی تعصّبات	انسانی نفرتیں
مراعات	سہولیات	آشتی	صلح، امن	جوہرِ خاص	اصلیت

معاشرتی ادارے

قومیت کے امتیازات	قوم کی خوبیاں	طبقاتی کشمکش	معاشرتی طبقے	کوشاں	کوشش کرنا
سیر و سیاحت	سیر و تفریح	قوانین کا نفاذ	قانون لاگو کرنا	قانون سازی	قانون بنانا
پامال کرنا	برباد کرنا	انحراف کرنا	منع کرنا	تنازع کھڑا ہونا	جھگڑا کرنا
عدلیہ	عدالتی نظام	یگانگت	لگاؤ	مضمر	چھپا ہوا

کام کی جگہ کے آداب

معیوب	عیب دار، بُرا	بصیرت	عقل مندی، دل کی بینائی	تفویض کرنا	ذمے لگانا
چرب زبان	چکنی چپڑی باتیں کرنے والا	عافیت	سلامتی، خیریت	توقیر	عزت
عزتِ نفس	خودداری	عہدہ برآ ہونا	وعدہ پورا کرنا	حُسنِ ظن	نیک گمان
مراسم	تعلقات	استفادہ کرنا	فائدہ اُٹھانا	لعن طعن کرنا	بُرا بھلا کہنا

عبدالستار ایدھی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
روگ	دُکھ، بیماری، وبال	استحصال	لوٹ مار	ڈیفالٹر	قصوروار
پیش قدمی	آگے بڑھنا	راغب ہونا	متوجہ ہونا	توسیع کرنا	پھیلانا
دیہی مراکز	گاؤں کے مرکز	صلہِ وستائش	انعام وتعریف	نشانِ امتیاز	پاکستان کا سب بڑا سول اعزاز

مدر ٹریسا

جذامی	کوڑھ کے مریض	سمبل	علامت	سراپا شفقت	مہربانی کرنا، پیار کرنا
سلطنتِ عثمانیہ	عثمانیہ کی بادشاہت	تدریسی فرائض	پڑھانے کے فرائض	مادرِمہربان	رحم دل ماں
مستعفٰی ہوگئی	اِستعفٰی دے دیا	احساس تشکر	شکرادا کرنا	باہمی اشتراک	ساجھداری

جمشید نسروان جی مہتا

سرآنکھوں پر بٹھانا	بہت عزت کرنا	کھاتا پیتا گھرانہ	امیر کبیر خاندان	آنچ آنا	حرف آنا، نقصان ہونا
ہوم رُول	حکومتِ خوداختیاری	ہاری	کاشتکار، مزارع	سکّہ چلنا	شہرت ہونا
بےلوث	بغیر کسی صلّے کے	اُفق پر چھانا	مشہور ہونا	تحفظ	حفاظت کرنا
شجرہائے سایہ دار	ایسا درخت جو سایہ دے	سرگرم ہونا	جوش وخروش سے شریک ہونا	پسماندہ	غریب۔غیر ترقی یافتہ
عنقا	کمی ہونا	ہریجنوں	ہندوؤں کی سب سے نچلی ذات	شب وروز	دن رات

☆☆☆☆